*ڈاکٹر رشداللہ ''مخمور'' بخاری

سندھی شاعری میں اعلیٰ مقصدیت کا پیغام

Messages in Sindhi Poetry

Sindhi poetry from its earliest period up to present epoch has encapsulated higher messages and goals, including love for humanity and land. This message can help us to achieve unity, brotherhood and religious harmony.

Sindhi poetry in its different periods such as Classical, Uroozi (Persian metrical)or traditional and modern has delineated this message that human beings have very place in the universe. It exhorts residents of this land to forget petty difference and sectarian and establish brotherhood. Sindhi poets have sung the song of love.

When we forget the concepts of Love, peace, tolerance, brotherhood, unity, religious harmany, then peace and prosperity of this land badly affected. Resultingly sacrosanct religious places, educational institutes, markets and even homes are not safe.

Amongst the languages of Pakistan, Sindhi poetry still cherishes and contains above mentioned goal, whose understanding and implementation will led us to bring about long lasting peace, unity, brother hood and religious harmony.

ادب خواہ وہ کسی بھی زبان کا ہو اپنے سماج اور زبان کی عکاسی کرتا ہے اور دائمی ادب اس آفاقیت کا حامل ہوتا ہے جو اپنے اندر کائنات کے اسرار سمیت اپنی مٹی، اپنی ثقافت، مزاج اور زمینی حقائق کو سموئے رکھتا ہے۔ بنیادی طور پہ ادب انسانی مزاج اور کیفیت کا آئینہ ہے اور وہ کیفیتیں انسان اور مٹی سے جڑی ہوئی ہیں۔ انسان اور مٹی کا تعلق اتنا تو گہرا ہے کہ اس تعلق کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اس میں اگر کوئی دراڑ پڑ جائے تو وہ انسان کی خودغرضی ہی ہوتی ہے اس خودغرضی کو انسان اپنے اندر خود ہی پالتا ہے اس کا جنم انسان کے ساتھ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ سندھی، جامع سندھ، جام شورو۔ bukharimakhmoor@gmail.com

ہی ہوتا ہے اور یوں آہستہ آہستہ انسا نغیر محسوس انداز میں اسے پروان چڑھاتا رہتا ہے۔اور جوں جوں یہ پروان چڑھتی رہتی ہے انسان کی دنیاوی خواہشیں بھی بڑھتی رہتی ہیں اور یوں خواہشوں کا قد انسان سے بھی بڑا بن جاتا ہے یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے معاشرے کے اندر ایک بے ترتیبی جنم لیتی ہے ایک توازن جو قائم رہنا چاہیئے وہ اپنی اہمیت کھونا شروع کر دیتا ہے نتیجے میں اس معاشرے کے اندر انارکی/ انانیت جیسی صورتحال پیدا ہوتی ہے اور یہ صورتحال کسی بھی طرح معاشرے کی ترقی وترویج میں فائدہ نہیں پہنچاتی بلکہ فکری، علمی اور نظریاتی سطح پر بھی یہ انتشار پھیلاتی ہے اس صورت میں معاشرہ اپنی مثبت سمت میں جانے کے بجائے لاقانونیت اور بداخلاقی کی طرف چل پڑتا ہے ایسےحالات میں اس معاشرے کے چند اعلیٰ ذہن رکھنے والے افراد اپنی ذہنی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے فکری اور علمی سطح پر کچھ ایسا کرنا شروع کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں اس سماج کے اندر توازن پیدا ہونا شروع ہوا اور ادب ہی ایسے حالات میں اپنا اہم کردار ادا کرتا ہے خصوصاً اس زبان کے شعر کو اپنی دائمی حیثیت منوانے کا موقع میسر ہوتا ہے اور وہ ہی شعر اپنی حیثیت منوا سکتا ہے جس کے اندر اپنی مٹی سے محبت، انسانی برابری، مذہبی ہم آہنگی، اتحاد، اخوت، بھائی چارہ اور محبت جیسے عناصر زندہ ہوتے ہیں کیوں کہ ایک صحت منداور باوقار معاشرے کی بنیاد درحقیقت انھی عناصر پہ رکھی جاسکتیں ہے۔سندھی زبان کے نامور شاعر اور بنی نوع انسان کے کائناتی حیثیت کے قائل حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی (1101ھ/ 1690ء–1165ھ/ 1752ء) اپنے آفاقی کلام میں اس ہی پس منظر میں فرماتے ہیں:

سپ ننگيون تي نڪرو، لالچ ڇڏي لوپ

سپريان صوپ، نبون ڪندي نه تئي ۱

ترجمہ: سب اپنی لالچ، حسد اور خودغرضی چھوڑ کر نکلو اور دوسروں کو اس عظیم مقصد کی حصول کی جانب راغب کرو۔

برصغیر کی ثقافتوں اور زبانوں کی طرح سندھی شاعری میں بھی وہ اعلیٰ مقصدیت بھرپور طرح سے موجود ہے جو مٹی اور انسان کے تعلق کو اور گہرا کرتی ہے۔سندھی شاعری اپنے مختلف ادوار مثلاً کلاسیکل دور، عروضی/ روایتی دور، جدید شاعرانہ دور کے اندر یہ ہی بنیادی پیغام دے رہی ہے وہ کائنات میں انسان کے مقرر رتبے/ مرتبے کی بات کرتے ہوئے اس کائنات کے قائم ہونے اور انسان کے پیدا ہونے کے بنیادی مقصد پر غور وفکر کی بات کرتے ہیں۔سندھی زبان کے مفکر شاعر حضرت میاں عبدالوہاب فاروقی المعروف سچل سرمستؒ (1152ھ/ 1739ء–1242ھ/ 1827ء) کہتے ہیں:

ملڪن تي سجدا ڪيا واھ متي تنھنجو ملھہ ۲

ترجمہ: مٹی کیا تمھاری قسمت کہ ملائکوں نے بھی تمھیں سجدہ کیا۔

ایک اور جگہ وہ کہتے ہیں:

خلق الانسان علي صورته، بادشاهي پوش ۳

ترجمہ: اس حقیقت کو جان لو کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنے عین کے مطابق ہی پیدا کیا۔

احادیث مبارکہ میں آتا ہے **خلق الآدم علی صورتہ**۴ (یعنی: خدا تعالیٰ نے پیدا کیا انسان کو اپنی ہی صورت میں)۔ صوفیائے کرام کا کہنا ہے ''**من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**''۵ جس نے اپنے نفس کو پہچانا گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا) صوفیائے کرام واہلِ دانش وعلم کے مطابق: "انسان خدا کے عین مطابق ہے" فرمانِ الٰہی ہے کہ: ''**و فی انفسکم افلا تبصرون**'' (تمھارے وجود کے اندر ہی بہت ساری نشانیاں موجود ہیں پھر آپ کیوں نہیں دیکھتے)۶ انسان سے وابستہ یہ نشانیاں دو مختلف اقسام کی ہیں ایک انسان کی حقیقت اس کے پیدائش سے لے کر جوان ہونے اور موت تک اس کے جسم کی بناوٹ میں رونما ہونے والی ردوبدل اور انسانی جسم کا نظام ہے اور دوسری نشانی اس کے مذہبی، روحانی اور فکری تناظر میں موجود ہے یہ انسانی شعور اور فکر پہ منحصر ہے جس کی معرفت ہی کائنات کی تمام مخلوقات کے اندر انسان کو اشرف بنایا گیا ہے۔ انسان میں وہ شعور موجود ہے جس کے بنا پر وہ اپنی حقیقت اور کائناتی نظام کو سمجھ سکتا ہے پر یہ حقیقتیں ہر کسی پہ آشکار نہیں ہوتیں۔ سچل سرمستؒ فرماتے ہیں:

حدين وڃي هر ڪو، لاحد وڃي پير
سچو سو فقير، جو حد لاحد لنگھي وڃي ۷

ترجمہ: اک حد تک تو سب جا سکتے ہیں مگر مرشد لاحد تک، سچل! سچا فقیر وہ ہی ہے جو حد لاحد سے بھی گزر جائے۔

انسان کے اندر وہ کائنات موجود ہے جو اس کی حقیقت ہے فقط اسے اپنے اندر جھانکنا ہے سندھی زبان کے کلاسیکل دور سے تعلق رکھنے والے ابتدائی شاعر حضرت قاضی قادنؒ (870ھ/ ۔۔- سنہ 958ھ/ 1551ء) فرماتے ہیں:

دل اندر درياء، پڇين ڪيان سمونڊر ڪل
ماڻڪ ايءُ سرياءَ، چڱي چو ڪا نہ ڪٽي ۸

ترجمہ: تمھارے اندر ہی تمہاری دنیا ہے باہر کیوں سمندر تلاش کرتے ہو، سب موتی تمھارے اندر ہیں بس اس میں سے اپنے حصے کے چن لو۔

خود پر غور وفکر کر کے اپنے اندر موجود کائناتی روشنی کو دریافت کرنے کی بات کرتے ہوئے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں:

پيھي جا پاڻ ۾، ڪيم روح رهاڻ
نہ ڪي ڏونگر ڏيھ ۾، نہ ڪا ڪيچن ڪاڻ
پنھون ٿيس پاڻ، سسئي تان سور هئا ۹

ترجمہ: بڑے غور وفکر کے بعد خود سے جب ملا تو یہ راز مجھ پہ عیاں ہوا کہ پنھوں (خدا) نہ تو پہاڑوں میں تھا، نہ ہی اپنوں کے ساتھ وہ تو میرے ہی اندر بیٹھا تھا، باہر تو دکھ ہی دکھ تھا!

شاہ صاحب نے اپنی شاعری میں ''جاڳڻ'' / جاگنا ایک اصطلاح کے طور پہ استعمال کیا ہے جس کا مقصد اپنے ذہن کو شعوری اور نظریاتی سطح پہ توازن میں رکھنا ہے کیونکہ توازن ہی کائنات کا بنیادی مقصد ہے یعنی انسان شعوری سطح پہ اگر مضبوط ہے تو وہ

ایک مضبوط اور جاندار معاشرے کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے یعنی وہ اس علمیت کی بات کرتا ہے، وہ اس فکر کی بات کرتا ہے جو انسان کے حوصلوں کو مضبوط رکھتا ہے اور یہ ہی وہ حقیقت ہے جس کی تلاش ایک جاگنے والے شخص کو رہتی ہے۔ بھٹائیؒ فرماتے ہیں:

جاڳڻ منجهان جس، آهي ادا جن کي
لاهي جو لطيف چئي، مٿان قلب ڪس
ورکي ڪجان وس، صبح سان سيد چئي [10]

ترجمہ: اے میرے دوست، جن لوگوں کی جاگتے رہنے کی عادت ہے، وہی انسان اپنے اور دوسرے کے دل کا زنگ دور کر کے (آئینے کی طرح) صاف کر دیتا ہے۔ تُو بھی ہمت کر، اور آج صبح سے (ارادے کو مضبوط کر کے) اچھے نصب العین کی طرف قدم بڑھا۔

حاصلات کے اس سفر کی عکاسی سندھی زبان کے ایک اور شاعر و عالم حضرت شاہ لطف اللہ قادریؒ (1020ھ/ 1611ء–1090ھ/ 1679ء) کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جيجان آهين جوڳ جا، ڪي آڳانجها سور
او پيهي ويا پاڙ ۾، ڏوري ڏونگر ڏور
چڏيا لئه سجان جي، تن جوڳين ضرور
سي آداسي آرور، اور انگهي اڳي ويا [11]

ترجمہ: اے میری جیجل ماں! جوگ میں تو آگے بہت دکھڑے ہیں مگر وہ سب برداشت کرتے ہوئے پہاڑوں سے بھی گزر جاتے ہیں کیوں کہ وہ اپنے مقصد اور ارادوں میں اتنے پختہ ہیں کہ وہ سب برداشت کر کے بھی آگے گزر جاتے ہیں!!

سچل سرمستؒ اپنے کلام میں خدا اور انسان کے گہرے تعلق کی بات کرتے ہیں۔ وہ مذہبی تفاوت، انسانی رنگ و نسل اور ذات پات سے بالاتر ہوتے ہوئے ایک مکمل انسان کا خیال رکھتے ہیں ان کے نزدیک جب ہر صورت میں وہ ہی ہے تو پھر یہ انسانی ڈھونگ، قتل و غارت، منافرت، بے ایمانی، دھوکہ، نفرت، حسد کس کے لیے؛ جب سب ایک ہی ہے تو دوئی کہاں پہ ہے وہ اپنے دور کے ذی ہوش شاعر تھے جو وقت کے حالات کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے تبھی تو وہ مذہبی برابری کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وقت اها ٿئي ويل، دوئي دور ڪرڻ جي
ڪڍ مذاهب من مان» ساجهر ساڻ سويل
هندو مومن سان ملي، محبت جا ڪر ميل
متان ٿئي اويل، اولهه سج نه اولهي [12]

ترجمہ: یہ ہی وقت ہے اپنے اندر کی دوئی ختم کرنے کا، اپنے اندر سے مذاہب کا فرق ختم کر، ہندوؤں سے مل کر محبت کے میلے مچاؤ کہیں تمھاری نادانی میں مغرب کا سورج غروب ہی نہ ہو۔

سچل سائیں اپنے دور کے بدلتے سیاسی حالات کے مدنظر اپنے خطے کے لوگوں کو رنگ، نسل، فرقہ ولسانی بنیاد پہ آپس میں جدا جدا ہونے کے بجائے ایک ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ ان کے سامنے اتحاد و بھائی چارہ قوموں کی بقا کی ضمانت ہے۔ اس لیے وہ ایک طرف تو انسان کے اعلیٰ رتبے کی بات کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنی دھرتی اور مٹی کی خاطر جان بھی دینے کی بات کرتے ہیں کیوں کہ دھرتی ان کے لیے ''غیرت'' ہے وہ اپنے ضمیر کا سودا کسی بھی حالت میں نہیں کرسکتے۔ وہ موت تو قبول کرسکتے ہیں مگر دھرتی کا سودا نہیں۔:

هڪ جُوءِ ٻي جُوءِ ڇڏن ڪين جوان
اهي پيي انسان» جي ننگن تان نثار ٿيا [۱۳]

ترجمہ: دھرتی اور بیوی کو ''مرد'' کبھی نہیں چھوڑتے، وہ بھی انسان ہیں، جو اپنی عزت (دھرتی اور ونی) کے لے جان بھی قربان کردیتے ہیں۔

وہ اپنی تہذیب وثقافت اور مٹی کی بقا کی خاطر بغاوت کرنے کی بات بھی کرتے ہیں، بھلے حسین بن منصور کی طرح سولی چڑھ جاؤ مگر پیچھے نہ ہٹو:

توڙ رواج ۽ رسمون ساريوز مرد ٿي مردانو [۱۴]

ترجمہ: (دراہ میں رکاوٹ بننے والی) سب رسم ورواج کو توڑ کر سرخرو ہو جاؤ۔

مار نغارا اناالحق دا، سولي سر چڙهيجي [۱۵]

دھرتی اور دھرتی واسیوں سے محبت کے بول تو ہر دور کے سندھی شاعر نے گائے ہیں۔ کیوں کہ ان کا تعلق اپنی مٹی، ثقافت، زبان، رسم ورواج سے اتنا گہرا ہے کہ وہ اس تعلق سے خود کو الگ کر ہی نہیں سکتے
انسانی برابری کی بات تو جدید سندھی شاعری کے علم بردار شاعر محترم شیخ ایاز (1923ء–1997ء) نے بھی کی ہے:

او انسان!
او انسان!
ڪنهن ڪي تو مارين

هي ماڻهوءَ جو ٻچڙو آهي
هي جو پٽر ڪان ڏاڍو آ
ڪونپل ڪان پيي ڪچرو آهي
او حيوان!
او حيوان!
ڪنهن ڪي تو مارين

هن جو تو سان وير ٻه کهڙو
هن جو ديس ٻه ساڳي ڌرتي
هي ٻه ته ماڻهو آ تو جهڙو

او نادان!

او نادان!

کنهن کي ٿو مارين

ڇو نه اهو ٿو تون ساڃاهين
ڪير ٻنهيءَ جو ويري آهي
ڇو نه انهي ويري کي ڏاهين

او انسان!

او انسان!

کنهن کي ٿو مارين[16]

ترجمہ: اے انسان کس کو مار رہے ہو! یہ بھی اانسان ہی ہے، یہ پتھر سے بھی مضبوط ہے، یہ کلیوں جیسا نازک بھی ہے،اے حیوان اے حیوان! تم کس کو مار رہے ہواس کی تم سے کیا دشمنی ہے، یہ وطن یہ دھرتی اس کی بھی ہے، یہ بھی تم جیسا ہی انسان ہے۔او نادان او نادان! تم کس کو مار رہے ہو کیوں تم یہ نہیں سوچتے کہ تم دونوں کا کون دشمن ہے اور تم اس دشمن کو کیوں نہیں ختم کرتے ،او انسان او انسان تم کس کو مار رہے ہو!!

اپنی دھرتی سے محبت انسان کے فطری عناصر میں موجود ہے مگر اس سے بھی اعلیٰ بات یہ کہلائے گی کہ وہ بغیر کسی تفریق کے انسانی اتحاد، بھائی چارے، محبت اور خوشحالی کی بات کرے۔جدید سندھی شاعر عبدالکریم گدائی (1901ء–1978ء) اپنے ایک گیت میں رنگ، نسل، ذات پات سے بالاتر ہو کے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کا خواب دیکھتا ہے جو خواب ہم سب کی آنکھوں میں جاگ رہا ہے۔اگر وہ خواب اپنی تعبیر تک پہنچ جائے، لازماً ایک دن اس خواب کو اپنی تعبیر تک پہنچنا ہی ہے جس معاشرے میں امن، سکون، محبت، احترام، بھائی چارہ، ہم آہنگی کے سوا اور کچھ بھی نہیں، گدائی کہتے ہیں:

سک جو ڪو سنسار ٺاهيون
سک جو ڪو سنسار ٺاهيون

ٺاهيون سک جو ڪو سنسار

گورا ڪارا سڀ خالق جا، ٻانها آهز هڪ مالڪ جا
ڇا جي نفرت فخر وڏايون، مذهب پنهنجو پيار

ٺاهيون سک جو ڪو سنسار

مذهب پنهنجو پيار گدائي، هندو مسلم سک عيسائي

جوڙ سيئي هڪ مالڪ جي، سپ ۾ ساڳيو يار

بڻايون سک جو ڪو سنسار

ترجمہ: آؤ! سکون بھرا کوئی معاشرہ بنائیں، یہ سب گورے، کالے، سکھ، عیسائی، ایک ہی مالک، ایک ہی خالق، کے ہیں۔ سب میں وہ ہی خود موجود ہے، تو پھران سے نفرت کیوں؟ اپنا تو مذہب ہی پیار ہے۔ آؤ! سکھ بھرا معاشرہ بنائیں۔

اسی طرح جدید سندھی شاعر، دانشور اور عالم وادیب ڈاکٹر تنویر عباسی اپنے ایک گیت میں اُس لازوال محبت کی بات کرتے ہیں جس کے بغیر یہ انسانی حیات اپنے اصل مقصد تک پہنچ ہی نہیں سکتی وہ اپنے مَدھُر مَدھُر لفظوں میں محبت کے احساس کا تانہ بانہ بنتا ہے جس کی تاثیر روح کی گہرائی تک اتر جاتی ہے اُس احساسات کے بعد انسان کے احساس ہی بدل جاتے ہیں وہ اپنے بہت ہی دھیمے سُروں میں کہتے ہیں:

پيار جو سمنڊ اٿاهه پيارا

پيار جو سمنڊ اٿاهه

ڀر ڪناري سان ٽڪرائي

منٺا منٺا ساز وڄائي

جهومي جهومي ناچ ڪري لهرائي

تون پيي چيڙ ڪو راڳ، پيارا

پيار جو سمنڊ اٿاهه

لڏندڙ لهرون چلندڙ ڇوليون

آءُ هنن مان ماڻڪ ڳوليون

اچ ته پريون موتين سان جهوليون

ڪٿن اسان جا ڀاڳ، پيارا

پيار جو سمنڊ اٿاهه

جن جن لهرن سان لونءُ لاتي

تن ئي ماڻي آحياتي

جن موجن مان جهاتي پاتي

آهي تن جو ماڳ، پيارا

پيار جو سمنڊ اٿاهه[۱۸]

ترجمہ: پیار کا سمندر بہت گہرا ہے۔لہر کنارے سے ٹکرا کر دھیمے دھیمے سازوں میں جھوم کر ناچ رہی ہے۔تو ایسا کوئی راگ چھیڑ کیوں کہ پیار کا سمندر بہت گہرا ہے۔ان بدمست لہروں سے آؤ کوئی موتی تلاش کر کے اپنی جھولی بھر دیں، پھر ہماری قسمت!! جس نے بھی ان لہروں سے ناتا جوڑا ان لوگوں نے ہی ایک زندگی حاصل کی ہے اور جس نے لہروں سے دیکھا ان کا مقصد ہی پیار تھا۔پیار کا سمندر بہت گہرا ہے۔

سندھی زبان کے شاعر محبت کے گیت گاتے ہیں کیونکہ وہ خدا، محبت اور انسان کو ایک ہی سمجھتے ہیں ان کے نزدیک ان تینوں چیزوں میں کوئی فرق نہیں وہ خوشحالی کے گیت گاتے ہیں وہ محبوب کیگیت گاتے ہیں۔وہ اپنی دھرتی سے بھی اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی اپنے محبوب سے! ان کے نزدیک ان کی دھرتی ان کی سرتی بھی ہے وہ محبوب کے ذکر کو بھی عبادت ہی سمجھتے ہیں تو وہ دھرتی کے ذکر کو بھی عبادت ہی سمجھتے ہیں وہ کائنات کی کسی بھی چیز سے نفرت نہیں رکھتے کیونکہ ان کا مذہب انہیں محبت سکھاتا ہے ان کا محبوب انہیں پیار کرنے کے لئے کہتا ہے ان کے نزدیک ایک چھوٹی سی زندگی کے اندر اگر نفرت ہی کی جائے اور نفرت کے ہی بیج بوئے جائیں تو خدا اس کو محبت کرنے کے لئے ایک دوسرا جنم نہیں دے سکتا اگر کائنات کے رہنے تک زندہ رہنا ہے تو محبت ہی کرنی ہے کیونکہ محبت کائنات کا ایک ایسا سچ ہے جسے جاننے اور پانے کے سوا ہاتھ میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔سندھی زبان کے نامور محقق، عالم و شاعر ڈاکٹر عطا محمد حامی (1919ء–1982ء) اپنے غزل میں کہتے ہیں:

جنهن ساڻ ڪائنات کي قائم رکيو ويو

سا آهه تنهنجي عشق جي طاقت، خدا گواهه ۱۹

ترجمہ: جس طاقت سے اس کائنات کو قائم رکھا جاسکتا ہے۔خدا کی قسم! وہ طاقت تمھارے عشق کی طاقت ہے۔

ان کی دھرتی سے محبت کی کیفیت کچھ اس طرح ہے کہ وہ اپنے محبوب کے خدوخال بھی اپنی دھرتی کی جغرافیہ جیسا ہی سمجھتے ہیں۔راشد مورائی (1944ء–2014ء) سندھ کی ترقی پسند اور مزاحمتی شاعر مانے جاتے ہیں۔وہ اپنے ایک شعر میں اپنے محبوب کے حسن کو سندھ کے نقشے سے تشبیہ دیتے ہیں۔

جهڙو نقشو سنڌ جو، تهڙي تنهنجي سونهن

منهنجو روح ورونهن، ڏسڻ پسڻ ٻنهي ڪان ۲۰

ترجمہ: جیسا میرا سندھ خوبصورت ہے اتنی ہی تم سندر ہو۔میری روح کا تعلق تم دونوں سے ہے میں دیکھتا اور سنتا بھی تم دونوں کو ہوں

استاد بخاری (1930ء–1996ء) سندھ کی عوامی لب و لہجے والے ایک منفرد شاعر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی اپنی مٹی سے محبت کی مثال کچھ اس طرح ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ موت بھی مجھے اس دھرتی سے جدا کس طرح کر سکے گی۔

استاد بخاريءَ کي ڪٽي دفن ڪيو

ڌرتي کان مگر ڌار ڪيئن ڪندو ۲۱

ترجمہ: استاد بخاری کو بھلے دفن کر دو۔مگر وہ دھرتی سے جدا کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اپنی دھرتی اور اپنے دھرتی والوں سے محبت کرتے ہوئے سندھی زبان کے موجودہ دور کے نہایت ہی اہم شاعر محترم ایاز گل کہہ رہے ہیں:

شال هي ديس ٺري! ڏاڍ ڏري ڏاڍ مري
کيت ۾ سنگ پچن رنگ رچن، انگ نچن
پيارا پيغام کڻي ڪانگ اچن، مچ مچن
سونهن سينگار ڪري ميت وري، مهر ڪري
شال هي ديس ٺري! ڏاڍ ڏري ڏاڍ مري

ترجمہ: اے خدا! اس دیس میں امن ہو، ظلم ختم ہو جائے، کھیتوں میں ہریالی ہو، قسمیں قسمیں رنگ ظاہر ہوں اور انگ ناچتے نظر آئیں، پیار کے سندیسے لیکر کانگل آجائے، میلے جھمیلے ہو جائیں، میرا محبوب سینگار کر کے بن ٹھن کے میرے اوپر مہر کر دے، اے خدا! اس دیس میں محبت کے رنگ بھر دے۔

حواشی:

۱۔ بانھو خان شیخ، (مرتب)، ''شاہ جو رسالو''، (جلد۲)، شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر جامعہ کراچی، ۲۰۰۱ء، ص۴۷۔
۲۔ عثمان علی انصاری، رسالو ''سچل سرمست'' (سندھی کلام)، ایڈٹ ومقدمہ: ڈاکٹر مخمور بخاری، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، ۲۰۱۲ء، ص۱۰۲۔
۳۔ ایضاً ص۱۴۷۔
۴۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر:۶۲۲۷، www.theislam360.com
۵۔ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' کے متعلق عالموں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اکثر کا یہ خیال ہیکہ یہ یحیٰ بن معاذ رازی کا قول ہے۔ جس کی معنی درست ہے۔ m.facebook.com/:posts,taswuff,https
۶۔ جلالین، الذاریٰت، تحت الآیت ۲۲، ص۴۳۳، ملخصاً۔
۷۔ غلام نبی صوفی، ''سچل سرمست''، ایڈٹ ومقدمہ، ڈاکٹر مخمور بخاری، محکمہ ثقافت وسیاحت، حکومت سندھ، دوسرا ایڈیشن، ۲۰۱۵ء، ص۲۰۶۔
۸۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ''قاضی قادن جو رسالو''، انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی، جام شورو، ۱۹۹۹ء، ص۱۶۰۔
۹۔ ''شاہ جو رسالو''، (جلد۲)، ص۳۵۔
۱۰۔ ''شاہ جو رسالو''، (جلد ۳)، ص۲۴۴۔
۱۱۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، (تحقیق وتصحیح)، شاہ لطف اللہ قادری جو کلام، محکمہ ثقافت، حکومت سندھ، دوسرا ایڈیشن، ۲۰۱۰ء، ص۱۰۱۔
۱۲۔ ''سچل سرمست''، ص۲۱۰۔
۱۳۔ ایضاً ص۲۹۲۔
۱۴۔ رسالو سچل سرمست (سندھی کلام)، ص ۔
۱۵۔ مولانا صادق رانی پوری، ''رسالہ سچل سرمست'' (سرائیکی کلام)، ایڈٹ ومقدمہ: ڈاکٹر مخمور بخاری، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، ۲۰۱۲ء، ص۲۲۷۔
۱۶۔ شیخ ایاز، ''وڄوز وسڻ آئيون''، نیو فیلڈس حیدرآباد، ۱۹۸۹ء ص۱۱۶۔

۱۷۔ عبدالکریم گدائی،''لات ہرندي رهي''،مرتب،نیاز سرکی،جاوید ساغر،روشنی پبلیکیشن ،۲۰۰۷ء،ص۵۷۔۳۷۴۔

۱۸۔ تنویر عباسی،''تنویر چئي''،انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی،جام شورو،۱۹۸۹ء،ص۸۴۔

۱۹۔ ڈاکٹر عطامحمد حامی،''حامي جو کلام''،مرتب: محمد علی حداد،حامی یادگار کمیٹی،۲۰۰۹ء،ص۱۶۳۔

۲۰۔ راشد مورائی،''دل جو شهر''،سندھی ادبی سنگت مورو،۱۹۹۳ء،ص۱۸۶۔

۲۱۔ استاد بخاری،''لهر لهر دریا''،سندھی ساہت گھر،حیدرآباد،۱۹۹۵ء،ص۱۳۵۔

۲۲۔ ایاز گل،''ڏک جي نه پڄاڙي''،روشنی پبلیکیشن ،۲۰۰۴ء ص۳۴۶۔

فہرستِ اسنادِ محوّلہ:

۱۔ انصاری،علی،عثمان:۲۰۱۲ء،''رسالو سچل سرمست''،سندھی کلام،ایڈٹ ومقدمہ:ڈاکٹر مخمور بخاری،سندھی ادبی بورڈ،جام شورو۔

۲۔ ایاز،شیخ:۱۹۸۹ء،'' وڄوز وسڻ آئیون''نیوفیلڈس،حیدرآباد۔

۳۔ بخاری،استاد:۱۹۹۵ء،''لهر لهر دریا''،سندھی ساہت گھر،حیدرآباد۔

۴۔ بلوچ،نبی بخش،ڈاکٹر:۱۹۹۹ء،''قاضی قادن جو رسالو'،انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی،جام شورو۔

۵۔ بلوچ،نبی بخش،ڈاکٹر:۲۰۱۰ء''(تحقیق وتصحیح)،شاہ لطف اللہ قادری جو کلام'،دوسرا ایڈیشن،محکمہ ثقافت،حکومت سندھ۔

۶۔ حامی،عطامحمد،ڈاکٹر:۲۰۰۹ء،''حامي جو کلام''مرتب: محمد علی حداد،حامی یادگار کمیٹی۔

۷۔ رانپوری،صادق،مولانا:۲۰۱۲ء،''رسالا سچل سرمست''(سرائیکی کلام)،ایڈٹ ومقدمہ:ڈاکٹر مخمور بخاری،سندھی ادبی بورڈ،جام شورو۔

۸۔ شیخ،بانھوخان،مرتب:۲۰۰۱ء،''شاہ جو رسالو'،جلد۲،شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر جامعہ کراچی۔

۹۔ صوفی،غلام نبی:۲۰۱۵ء،''سچل سرمست'،دوسرا ایڈیشن،ایڈٹ ومقدمہ،ڈاکٹر مخمور بخاری،محکمہ ثقافت وسیاحت،حکومت سندھ۔

۱۰۔ عباسی،تنویر:۱۹۸۹ء،''تنویر چئي''،انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی،جام شورو۔

۱۱۔ گل،ایاز:۲۰۰۴ء،''ڏک جي نه پڄاڙي''،روشنی پبلیکیشن۔

۱۲۔ گدائی،عبدالکریم:۲۰۰۷ء،''لات ہرندي رهي''،مرتب:،نیاز سرکی،جاوید ساغر،روشنی پبلیکیشن۔

۱۳۔ مورائی راشد:۱۹۹۳ء،''دل جو شهر''،سندھی ادبی سنگت،مورو۔